خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 67

Track - 1

Time 24:00

سوال و جواب

سوال: تصوف اور روحانی علوم میں مراقبہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس کی وضاحت فرمادیں؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جب اس دنیا میں پیدا فرمایااسی وقت سے حضور ﷺ کی سیرت شروع ہوجاتی ہے۔ سیرت سے مراد یہ نہیں ہے کہ نبوت کے بعد جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا یا جو کچھ رسول ﷺ کی زندگی سے لوگوں نے استفادہ کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کو ریکارڈ کیا۔ یہ بھی سیرت ہے لیکن سیرت کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر دنیا میں بھیجا۔ حضور پاک ﷺ نے خود ارشادفرمایا کہ اول ما خلق اللہ نوری ... کہ اللہ نے کائنات بنانے سے پہلے ، سب سے پہلے میرا نور تخلیق کیا۔ اب جب کائنات زیر بحث آتی ہے تو کائنات سے پہلے اگر کوئی چیز زیر بحث آتی ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کا نور ہے ۔ جب کائنات کی بنیاد ہی رسول اللہ ﷺ کا نور بنی تو رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کو ہم کسی بھی صورت سے نظر انداز نہیں کرسکتے۔ اس لئے کائنات، ساری کائنات کا دارومدار ہی اس بات پر ہے اول ما خلق اللہ نوری ...کہ اللہ نے سب سے پہلے میرا نور تخلیق کیا۔ اور اس نور کے بعد ، اس نور سے ساری کائنات بنی۔ تو جب ہم کائنات کا تذکرہ کرتے ہیں، کائنات اتنی بڑی کائنات ہے اس میں کہکشانی نظام ہے ، ستارے ہیں سورج ہیںاربوں کھربوں اس قسم کی دنیا جس میں ہم بیٹھے ہیں اربوں کھربوں ایسی دنیائیں ہیں۔ جب ہم اس کا تذکرہ کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کا پہلے تذکرہ کرنا ہوتا ہے۔ تو حضور پاک ﷺ کی جو زندگی ہے اور حضور پاک ﷺ کی جو سیرت ہے وہ اسی دن سے شروع ہوجاتی ہے کہ جس دن سے رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ جب ہم حضور پاک کا تذکرہ کرتے ہیں اور سیرت مطہرہ کا ذکرکرتے ہیں تو اس میں ہم حضور ﷺ کے بچپنے کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ سیر ت پاک کے مطالعے کے بعد یہ بات ذہن میں نہیںآتی اور نہ ہی کسی کتاب میں یہ ملتی ہے کہ سیرت نگار حضرات نے رسول اللہ ﷺ کی اسی زندگی کو قلم بند کیا ہے جو زندگی نبوت کے بعد کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ مائی حلیمہ صاحبہ تشریف لائیں،بکریوں کے تھنوں میں دودھ کا پیدا ہونا، رسول اللہ ﷺ کا جب وہ تشریف لے جارہی تھے وہاں حضور کا اس اونٹنی پہ بٹھا کر مائی حلیمہ تشریف لے جارہی تھیاس کا

صحت مند ہونے بادل کا سایہ کرنے رسول اللہ ﷺ کا سینہ مبارک شق ہونے اس
کو دھونے دھو کے پھر دوبارہ رکھنے رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بھائی کا ڈر کے
خوف زدہ ہوکر ان کا بھاگنے اپنی ماں حلیمہ کو اور باپ کو بلا کر لانا کہ محمد
کو کسی نے قتل کردیا ہے۔ پھر اس کا آنا اور حضور کو دیکھنا پھر حضور کا یہ
فرمانا کہ فرشتے آئے تھے اور انہوں نے میرا سینہ شق کیا اور دل نکالا اس کو
دھویا اور دوبارہ رکھ دیا۔ تو یہ ساری چیزیں جو تھیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت
میں شامل ہیں۔رسول اللہ ﷺ کا صادق ہونا، سچا ہونا، امین ہونا، رحم دل ہونا
یہ بھی نبوت سے پہلے کی ہی باتوں کے زمرے میں آتی ہیں۔ نبوت سے پہلے
رسول اللہ ﷺ کا بتوں کو برا سمجھنا، بت پرستی نہ کرنا یہ بھی ساری چیزیں جو
ہیں نبوت سے پہلے کی ہیں۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی اسی زندگی کو اپنے لئے
مشعل راہ بنائیں گے جو زندگی نبوت کے بعد کی ہے۔ پھر ایک بہت بڑا خلا اور گیپ
رہ جائے گا۔ اس لئے کسی آدمی کو پہچاننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا بچپن
کیسا ہے ، اس کا خاندان کیسا ہے، اس کا ماحول کیسا تھا، اور اس نے کس طرح
دنیا میں مقام حاصل کیا۔کس طرح ترقی کی وغیرہ وغیرہ۔ جب انہیں اعتراض
ہوتا ہے عام طور سے کہ صاحب یہ مراقبہ جو ہے اس کو تو سب مانتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے غار حرا میں مراقبہ کیا ۔ لیکن ساتھ ساتھ ہم یہ کہتے ہیں کہ
صاحب رسول اللہ ﷺ غار حرا میں مراقبہ نبوت کے بعد نہیں کیا۔ یہ بات صحیح
ہے۔ رسول اللہﷺ نے نبوت کے بعد غار حرا میں تشریف نہیں لے گئے اور اگر
تشریف لے گئے ہیں تو اس کا کوئی تحریری یا کتابی شکل میں ہمارے سامنے
کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اب اس کو آپ دنیاوی نقطہ نظر سے مثال کے طور پر یوں
ہے کہ ایک آدمی نے کسی سبجیکٹ میں پی ایچ ڈی کیا۔ ہم نے اس آدمی کو پی
ایچ ڈی دیکھا، ڈاکٹر دیکھا۔ تو ہم تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ صاحب اس آدمی
نے تو اے بھی سی ڈی نہیں پڑھی تو ہم کیوں پڑھیں۔ تو ایسا نہیں ہے۔ جب تک
وہ پی ایچ ڈی آدمی نے اے بی سی ڈی نہیں پڑھی ، جب تک کہ پہلی کلاس نہیں
پڑھی، نرسری نہیں پڑھی، پرائمری کلاسیں نہیں پڑھی، میٹرک نہیں کیا، ایم اے
نہیں کیا اس وقت تک وہ پی ایچ ڈی نہیں ہوسکتا۔ تو جب بھی کسی کو پی ایچ
ڈی کرنا ہوگا تو اس کو اسی روٹین سے گزرنا ہوگا کہ میں نرسری کلاس میں
داخل ہوں۔ آہستہ آہستہ پڑھوں۔ تو نبوت کی شان بھی یہی ہے کہ جہاں تک
نبوت کا تعلق ہے نبوت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتقل ہوتی ہے۔ لیکن جب
ہم شعوری حواس کا تذکرہ کرتے ہیںتو اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے اس کا بنایا
ہوا کہ شعور بتدریج ترقی کرتا ہے۔ شعور کے اندر بتدریج طاقت آتی ہے۔ تو
اسی شعور کے اندر طاقت آنے کے لئے کہ شعور کے اندر کیا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ
کے انوارکا اشراح ہونے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ کیا وہ تفکر کیا۔ اسی
طرح حضرت ابراہیم نے جو کچھ کیا وہ بھی تفکر کیا۔ جناب حضرت ابراہیم نے
آپ نے سنا ہوگا چاند ستارے خدا ہیں، اور یہ خدا ہے، وہ خدا ہے اور جب وہ
چھپتے رہے تو وہ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ چھپنے والا خدا نہیں ہوسکتا۔ تو

کوئی آدمی یہ کہے صاحب کہ حضرت ابراہیم نے تفکر کیا تھا یہ تو نبوت سے
پہلے کا تفکر تھا تو ہم کیسے تفکر کریں تو یہ بات جو ہے میرا اپنا خیال ہے اس
میں لوگ چونکہ گہرائی میں نہیں سوچتے اس لئے اس قسم کی باتیں ذہن میں
آتی ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے وصال تک ہر ہر لمحہ، ہرہر دن اور ہر ہر مہینہ
رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک سے متعلق ہے۔ یہ جو بات انہوں کہا کہ صاحب
رسول اللہ ﷺ نے غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے، نبوت کے بعد حضور تشریف
نہیں لے گئے۔ اور معاشرے میں انہوں نے کام کیا۔ جب ہم یہ مراقبہ کا تذکرہ
کرتے ہیں تو ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ بھئی آپ دنیا چھوڑ کر گوشہ نشین
ہوجائیں، جنگل میں بیٹھ جائیں۔ وہاں پشاور میں وہاں ایک بہت بڑے ....
میں اسی طرح کا ایک اجتماع تھا وہاں اس میں بڑے بڑے افسران تھے تو وہاں
مجھ سے یہی سوال ہواتھا کہ صاحب آپ یہ چاہتے ہیںکہ ساری دنیا گھر بار
چھوڑ کر جنگل میں جاکر بیٹھ جائے ، بیوی کا خیال کرے نہ بچوں کاخیال کرے بس
مراقبہ میں آنکھیں بند کرکے بیٹھے رہیں۔ میں نے اس کے جواب میں ایک بات
پوچھا کہ وہ یہ کہ بھئی ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی ہے کہ میں دو
گناہ معاف نہیں کروں گا۔ ایک گناہ تو یہ ہے کہ میں شرک معاف نہیں کروں
گا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اگر کوئی شریک ٹھہرائے گا تو وہ گناہ ناقابل معافی ہے۔
دوسری بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ میں حقوق العباد معاف نہیں کرتا۔ تو اگر
کوئی آدمی یہ دنیا چھوڑ کر گوشہ نشین ہوجائے اور جنگل میں چلا جائے نہ وہ
والدین کے حقوق پورے کرے نہ بیوی بچوں کے حقوق پورے کرے نہ وہ معاشرے کے
حقوق پورے کرے تو بھائی یہ تووہ شرک کررہا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب تو نہیں
ہے کہ ہم لوگوں کو شرک کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ اور مفت میں کہ
صاحب آپ لوگوں کو شرک کی طرف دعوت دیں اور اپنی وہاں عاقبت خراب
کریں اور دوزخ کے انگارے ہم کھائیں۔ مقصد یہ نہیں ہے ، مقصد یہ ہے کہ اس
دنیا میں رہتے ہوئے ہر آدمی کا یہ فرض ہے کہ وہ باپ کو جانتا ہو۔ اگر کوئی
آدمی اپنے باپ کو جانتا پہچانتا نہیں ہے یا اس کو باپ کا علم نہیں ہے تو اس
آدمی کی معاشرے میںقدر و قیمت نہیں ہے۔ معاشرے میں اپنا وجود قائم کرنے کے
لئے اور معاشرے میں خود کو ظاہر کرنے کے لئے اور معاشرے کا ایک معزز رکن
بننے کے لئے ہر شخص کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے باپ کو جانتاہو، اپنی ماں
کو جانتا ہو۔ اگر کوئی آدمی اپنے باپ سے ناواقف ہے ، کوئی کہتا ہے تمہارا باپ
کون ہے اس کو پتہ نہیں ا س کو معاشرہ قبول نہیں کرتا۔تو اسی صورت سے
اگر کوئی آدمی اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے اصلی باپ خدا سے واقف نہیں ہے تو
ساری کائنات اس کو رد کردیتی ہے اٹھا کر پھینک دیتی ہے۔ اس کا کوئی وجود
کائنات میں سوائے بوجھ کے کچھ نہیں ہے۔ جس طرح ایک باپ سے واقف ہونا
ضروری ہے اسی طرح ہر مخلوق کو، مکلف مخلوق کو ، دو مخلوق اللہ نے بنائے
ہیں ، ایک جنات ایک انسان۔ ان کے لئے لازم ہے کہ اپنے رب کو جانتے ہوں، اپنے
باپ کو پہچانتے ہوں، اپنے پیدا کرنے والے خالق کو پہچانتے ہوں۔ تو کوئی یہ کہے

صاحب کے باپ کو پہچاننے کے لئے تو ہمیں سب کچھ چھوڑنا پڑے گاایسا نہیں ہے۔
باپ نے یہ ساری کائنات آپ کے لئے بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو خالق ہیں، اور
اصلی باپ ہیں ، خالق ہیں، رب ہیں، رب العالمین ہیں انہوں نے یہ کائنات اس
لئے نہیں بنائی کہ آپ نہ روٹی کھائیں، نہ کپڑا پہنیں ، جنگل میں چلے گئے۔ ایسا
نہیں ہے۔ اللہ نے جو اپنا دسترخوان بچھایا ہے زمین میں اس لئے بچھایا ہے کہ
اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں آپ اچھے سے اچھا کھانا کھائیں ، اچھے سا اچھا کپڑے
پہنیں، اچھی سے اچھی رہائش اختیار کریں ۔ لیکن ساتھ ساتھ جو باتیں اللہ
تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں انہیں اختیار کریں اور جو باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں
انہیں چھوڑ دیں۔ اللہ کو جو تلاش کرنا ہے جب تک کہ کوئی آدمی اس بات کی
طرف اپنا ذہن نہیں لے جائے گاکہ اللہ ہے کون ، اللہ ہے کون، اللہ کہاں رہتا
ہے؟ تو اس وقت تک وہ اللہ کو تلاش نہیںکرسکتا۔ اب رہ گئی یہ کہ صحابہ
کرام نے نماز سے مدد مانگتے تھے اور صبر سے یہ ٹھیک بات ہے نماز، میں نے آپ
سے پہلے بھی عرض کیا اور ایک کتاب بھی لکھی روحانی نماز۔ آپ لوگ اسے ...
فی الواقع لٹریچر پڑھنا چاہئیے۔ مسلمان لٹریچر نہیں پڑھتا۔ روحانی نماز میں نے
کتاب لکھی۔ اس میں یہ بات بتائی ہے کہ نماز دراصل مراقبہ ہے۔ مراقبہ کا
مطلب ہے کنسٹریشن۔ مراقبہ کا مطلب ہے کسی ایک نقطہ پر ذہن کو مرکوز
کرنا۔ یہ مراقبہ ہے۔ لیکن مراقبہ کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ آپ جنگل چلے
جائیں۔ اور بستیاں غیر آباد ہوجائیں۔ بچے یتیم ہوجائیں۔ بیویاں بیوہ ہوجائیں۔
نہیں یہ تو حق تلفی آپ کررہے ہیں۔ یہ تو اللہ کے راستے پر چلنے کے بجائے آپ
شیطان کے راستے پر چل رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ... لارہبانہة
فی الاسلام ... اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔اسلا م میں یہ بات نہیں ہے کہ آپ
دنیا داری چھوڑ دیں۔ دنیا داری کرتے ہوئے ، تمام حقوق پورے کرتے ہوئے آپ کے
اوپر یہ فرض ہے کہ آپ اللہ سے واقف ہوجائیں۔ اب اللہ سے واقفیت کا جو
طریقہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ... من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ... پہلے ضروری
ہے کہ آپ اپنے وجود سے واقف ہوں۔ کہ آپ یہ دیکھیں کہ ہمارا وجود کیا ہے۔
مثلاً اگر کوئی آدمی اپنے اندر غور کرے، اپنے وجود کے بارے میں تفکر کرے تو سب
سے پہلے اس کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ میرا دل برابر حرکت کررہا ہے۔
پھیپھڑے جو ہیں وہ بھی چل رہے ہیں۔ آنتیں بھی چل رہی ہیں۔ آٹومیٹک ہر کام
ہورہا ہے۔ یہ کوئی مشین نہیں لگی ہوئی ہے۔ کوئی بجلی کا کرنٹ نہیں آرہا
ہے۔ کوئی تار نہیں ہے۔ پھر کیسے یہ سب چیزیں آٹومیٹک چل رہی ہیں۔ دیکھیں
ناں دل ہر وقت چلتا رہتا ہے۔اچھا اب آنکھیں ہیں آپ کی۔ آنکھیں دیکھتی ہیں۔
کیمرہ ہے ... اللہ تعالیٰ نے آنکھیں جو ہیں کیمرہ بنایا ہے۔ اور پلکیں جو ہیں
شٹر ہیں۔ اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے روشنی جاتی رہتی ہے آٹومیٹک کیمرہ چلتا
رہتا ہے۔ آپ کھانا کھاتے ہیں آپ کو ہضم کرنے کے لئے کوئی کام نہیں کرنا پڑتا۔
کھانا ہضم ہوجاتا ہے۔اگر آپ کھانے کا حساب کتاب کریں ایک آدمی اگر دن میں
دو سیر بھی کھانا کھاتا ہے تو ایک مہینے میں ساٹھ سیر ہوگیا۔ ڈیڑھ من۔ایک

سال میں کتنا ہوا جی؟ اٹھارہ من۔ تو ایک سال میں جتنا کچھ آدمی نے کھایا اس کے حساب سے اس کا وزن اٹھارہ من ہونا چاہئے۔ لیکن اس کا وزن ایک من سے زیادہ ہوتا ہی نہیں۔ اس کا مطلب ہے۔ یہ بھی ایک نظام ہے۔ جتنا کچھ آدمی کھاتا ہے اس کے اندر سے جتنی انرجی کی اس کو ضرورت پڑتی ہے وہ باڈی حاصل کرلیتی ہے باقی فضلہ بن کر نکل جاتا ہے۔یہ سب کچھ اس وقت آ پ کی سمجھ میں آئے گا ۔ اس وقت آپ اس کی طرف متوجہ ہوں گے جب خود کو تلاش کریں گے۔ جب

concentrate

کریں گے اس بات پر کہ میں کون ہوں۔ کیسے بن گیا۔ آپ ماں کے پیٹ میں نو مہینے رہتے ہیں۔ کہیں ہوا نہیں۔ ہوا کا کوئی وجود نہیں۔ پرورش ہورہی ہے۔ نو پونڈ، سات پونڈ کا بچہ ہوتا ہے۔ ماں اپنے پیٹ میں لئے لئے پھرتی ہے۔ وہاں کوئی اس کو پریشانی نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس آپ کے پیٹ میں گیس بن جائے ۔ جس کا کوئی وزن نہیں۔ نظر بھی نہیں آتی آپ کو ساری رات نیند نہیں آتی۔ ساری رات پیٹ میں درد رہتا ہے۔ تو یہ سارا نظام اس وقت آپ کی سمجھ میں آئے گا جب آپ پہلے یہ سوچیں کہ میں کون ہوں۔ اسی کو حضور ﷺ نے فرمایا ... کہ پہلے خود کو پہچانو۔ پہلے جب خود کو پہچانوگے پھر تمہارا ذہن اس طرف جائے گا کہ میرا رب کون ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں ... لآیت لی اولی الالباب ...یہ ساری نشانیاں اس لئے ہیں تاکہ لوگ غور و فکر کریں۔ تو یہ مراقبہ جو ہے دراصل مراقبہ ایک اصطلاحی نام ہے۔ اس اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ غور و فکر کرناذہن کو یکسو کرکے اپنے رب کو تلاش کرنا۔ نمازمیں کیا ہوتا ہے۔ نمازمیں بھی رب کو تلاش کیا جاتا ہے۔اگر نماز کا مفہوم ربط و تلاش کرنا نہ نکلے تو پھر نماز کا کیا مفہوم ہوا؟ نماز کا تو مفہوم ہی یہ ہے کہ جب ہم نماز قائم کریں تو ہمیشہ اگر صحیح نماز ہم قائم کرتے ہیں تو ہمیں اللہ نظرآنا چاہئیے۔ ہمیں اللہ نظر آنا چاہئے۔ ہمیں دیکھنا چاہئیے کہ ایک ہستی ہے جس کے آگے ہم سجدہ کررہے ہیں۔تو اللہ ہمیں اس لئے نظر نہیں آتا کہ ہم نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی کہ اللہ کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ تو یہ مراقبہ رسول اللہ ﷺ کی ایسی سنت ہے کہ جو نبوت سے پہلے غار حرا میں اس سنت پر عمل ہوا۔ اور نبوت پر فائز ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سنت پر نماز کی صورت میں عمل کرنے کا حکم دیا۔ اب ہمارے ہاں صورت حال یہ ہے کہ ہم نماز قائم کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں تو نمازمیں ہمیں یہ یقین ہوتا ہی نہیں ۔ سترہ رکعت پڑھ جائیں آپ عشاء کی اس میں ایک رکعت میں بھی ذہن یکسو نہیں ہوتا۔ تو اس ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے کیا طریقہ ہے۔ ہمارے پاس بجز اس کے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اس سنتہ کو تلاش کریں جس سنت پر عمل کرکے رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرسکتے ہیں ۔ دیکھئے بیت اللہ شریف موجود تھا۔ بیت اللہ شریف میںکیوں قرآن پاک نازل نہیں ہوا۔ غار

حرا میں کیوں نازل ہوا؟ یہ سوال ہے ایک آدمی کرسکتاہے۔ ٹھیک ہے بیت اللہ
میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔لیکن رسول اللہ ﷺ کا تو ان سے کوئی تعلق
ہی نہیں تھا۔ غار حرا میں کیوں قرآن نازل ہوا۔ یہ ایک سوال ہے۔ اس کو
بتائیں۔ اگر غار حرا کی کوئی حیثیت نہیں تھی نبوت سے پہلے تو غار حرا میں
قرآن کیوں نازل ہوا۔پہلی آیات کیوں نازل ہوئیں ... اقراء باسم ربک الذی خلق
... خلق الانسان من علق... تو یہ جن بھائی نے بھی سوال کیا اس میں یہ ہے کہ
یہ حجروں میں بند ہونا، جنگل میں مقید ہوجانا ، مراقبہ کا مطلب ہر گز نہیں
ہے۔ مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے حقوق نبھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے
دیکھئے معاشرے میں کام کیا۔ لڑائیاں بھی لڑیں۔ حضور پاک ﷺ نے شادیاں بھی
کیں۔ رسول اللہ ﷺنے قبیلوں کے فیصلے بھی کرائے۔ لوگوں کا علاج بھی کیا۔ دم
درود بھی کیا۔ جو بھی معاشرے کی جو ضروریات تھیں سب کیں۔ بالکل اسی
طرح ہمیں چاہئے کہ دنیاوی تقاضے پورے کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اس سنت
پر عمل کریں جس سنت پر عمل کرکے رسول اللہ ﷺ کے اوپر قرآن پاک کا نزول
ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں اللہ تعالیٰ کی کائنات میں غور و فکر
کرکے۔ صحابہ کرام کے بارے میں یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں یہ نہیں
معلوم ہوتا کہ بھئی انہوں نے مراقبہ کئے یا نہیں کئے۔ تو صحابہ کرام کا نماز تو
سارا ہی مراقبہ تھا۔ نماز کو اگر آپ

concentration

کہتے ہیں تو صحابہ کرام جب نماز قائم کرتے تھے ۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ
صاحب گھر میں آگ لگ گئی اور پتہ ہی نہیں چلا۔ حضرت علی کی نماز آپ نے
سنی ہوگی۔ کہ صاحب ایک تیر لگ گیا کمر میں۔ جب اس کو نکالنے لگے تو
تکلیف ہوئی۔ تو لوگوں نے کہا ٹھہر جاؤ۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ
نماز کی نیت باندھ لی انہوں نے جناب وہ تیر کھینچ بھی لیا اب دیکھئے تیر میں
وہ بھالا ہوتاہے۔ وہ جب باہر نکلتا ہے تو پورا گوشت نکل کے باہر نکل جاتا ہے۔
تیر نکال بھی دیا۔ مرہم پٹی بھی کردی۔ سب کچھ ہوگیا اور انہیں پتہ بھی نہیں
چلا۔ وہ کہاں بھئی پٹی ہوگئی نماز کے ... سلام کے بعد۔ تو یہ نماز بجائے خود
concentration

ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز میں کھڑے ہوجاتے تھے سب کو
پتہ ہے کہ وقت کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ کتنی دیر ہوگئی۔اور پیر مبارک
میں ورم آجاتا تھا۔ اتنی استغراق یہ

concentration

ہ یہ سب مراقبہ کا مطلب ہے

concentration

استغراق اللہ کی ذات کے اوپر مراقبہ کا یہ مطلب ہوا۔ دوسری بات جوانہوں
نے ہمارے حضور قلندر بابا اولیائؒ نے لوح و قلم میں لکھی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں
کہ صحابہ کرام کے اندر کے لطائف اور صحابہ کرام کی جو روح تھی وہ رسول
اللہ ﷺ کی قربت کی وجہ سے اتنی روشن اور منور تھی کہ انہیں الگ سے

concentration

کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔نبوت کے انوار سے ان کے عین اتنے لبریز تھے کہ
انہیں اس بات کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی ۔ اس کے بعد صحابہ کرام کے بعد
تابعین آئے۔ تابعین کے بعد تبع تابعین آئے اب جیسے جیسے یہ دور گزرتا چلا گیا تو
اسلام کے انوار کے ذخیرے میں کمی ہوتی چلی گئی۔ مثلاً بادشاہت آگئی۔ اسلام
میں بادشاہت نہیں ہے۔ لیکن بادشاہت آگئی۔ جب بادشاہت آگئی تو بادشاہوں
نے اپنے مفید مطلب اشیاء میں مصلحتیں شامل کرنا شروع کردیں۔ کون نہیں
جانتا کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اہل بیت کو ڈھونڈ ڈھونڈ کے قتل کیا جاتا تھا۔
تو اب جب تبع تابعین کے بعد وہ لوگ جو روحانی لوگ تھے جن کو رسول اللہ ﷺ
کی ذات پہ شغف تھا ۔ جو رسول اللہ ﷺ کے علم کے وارث تھے ۔ وہ بیٹھے سر
جوڑ کراور انہوں نے کہا یہ تو جس طرح یہ چل رہا

ہے حساب کتاب اس طرح تو کہیں نام و نشان ہی نہ رہ جائے۔ انوار سے لوگ
برابر دور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور دنیا داری میں زیادہ سے زیادہ گھستے چلے
جارہے ہیں۔ انہوں نے بیٹھ کے ایک پروگرام بنایا۔ اور پروگرام یہ بنایا کہ رسول
اللہ ﷺ کی قربت حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے انوار اپنے
اندر منتقل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں نبوت
سے پہلے جو طرز عمل اختیار کیا تھا اسے اپنایا جائے۔ اس کے بعد پھر یہ جیسے
جیسے ......بڑھتا رہا اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہے۔اور انہوںنے اس کو تصوف کا یا
روحانیت کو آگے بڑھایا۔ اور اس بڑھانے کے نتیجے میں یہ لوگ پیدا ہوئے۔ خواجہ
معین الدین چشتی اجمیری ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی ہیں۔ حضور داتا
گنج بخش ہیں۔ ہزاروں اللہ کے بندے ہیں۔ سب نے مراقبہ کئے ۔ لیکن کسی نے
یہ نہیں کہا کہ مراقبہ کرنے کا مطلب یہ ہے صاحب نماز سے بھی آزاد کپڑوں
سے بھی آزاد کھانے پینے سے بھی آزاد۔ ایسا نہیں ہے۔

concentration

ذہنی مرکزیت۔ تو ذہنی مرکزیت آپ چلئے آنکھیں بند کرکے نہ بیٹھیں۔نماز میں ،
ذہنی مرکزیت قائم کریں۔ اگر کرسکتے ہیں ۔ لیکن چونکہ نماز ایک اجتماعی
فریضہ ہے اس میں آپ کے ہاتھ بھی ہلیں گے۔ آپ کا منہ بھی ہلے گا۔ آپ کچھ
بولیں گے بھی۔ آپ کچھ دیکھیں بھی۔ آپ کچھ سنیں گے بھی۔آپ کھڑے بھی ہوں
گے۔ آپ جھکیں گے بھی۔ آپ ادھر ادھر بھی دیکھیں گے۔ گردن بھی ہلائیں گے۔ تو
اس میں انسان اتنا مصروف ہوتا ہے تو اس میں

concentration

جو ہے اگر اس کو مسئلہ ہوتو اس کو

concentration

حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری قرار پایا کہ تمام ارکان اسلام کو پورا کرتے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے ایک وقت ایسا نکالا جائے کہ جس وقت میں جسمانی حرکات و سکنات معطل ہوں۔ ذہن کی حرکت جو خیالات ہیں ان سے آدمی آزاد ہوجائے۔ اور صرف اور صرف یہ نقطہ کہ اس کا ذہن رسول اللہ ﷺ کے انوار میں جذب ہو اسی کا نام مراقبہ ہے۔ یہ جن صاحب نے سوال کیا ہے یہ اگر تشنگی رہ گئی ہو تو دوبارہ کرسکتے ہیں۔ (اختتام)

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 67

Track 2

Time 2:00

سوال و جواب

سوال: تصوف میں فنا کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: بھائی تصوف تو اور روحانیت کو بڑی بات ہے یہ تو ہم دنیا میں پہلے تو آپ پوچھیں ہم دنیا میں کتنے فنا ہوتے ہیں۔جس روز بچہ پیدا ہوتا ہے اسی روز سے فنا شروع ہوجاتا ہے۔ اگر آج کا بچہ، آج کے بچے پر آج کا دن فنا نہ ہو تو وہ کل میں داخل ہی نہیں ہوسکے گا۔ بچے کا ہر لمحہ فنا ہورہا ہے۔ اور دوسرے لمحے میں بچہ پیدا ہورہا ہے۔ یہ لمحات کے اوپر فنا جو ہے یہی نشو و نما ہے۔ اگر آج کا بچہ وہ دو گھنٹے کا بچہ ہے یا ایک دن کا بچہ ہے اس کے اوپر وقت کی فنا نہ ہو بچہ بڑھ ہی نہیں سکتا۔ بچپن فنا ہوتا ہے تو لڑکپن پیدا ہوتا ہے۔ لڑکپن فنا ہوگا، جوانی آئے گی۔ جوانی فنا ہوگی تو وہ آپ کا کیا کہتے ہیں وہ ادھیڑ عمرہ اور جب آدمی کے ادھیڑ عمر پر فنا واقع ہوگی تو بوڑھا پے میں داخل ہوگا۔اور بوڑھاپے پر جب فنا ہوگی تو آدمی مر جائے گا۔ تو تصوف اور روحانیت تو بڑی بات ہے پہلے آپ اپنے اوپر غور کریں کہ آپ جن بھائی نے سوال کیا ان کی عمر کیا ہے؟ کن صاحب نے کیا یہ سوال؟ ہیں؟ جن صاحب نے بھی یہ سوال کیا ہے ان کی عمر اگر فرض کیجئے تیس سال کی ہے تو کیا آپ جب سے پیدا ہوئے

ہیں اب تک بغیر فنا کے تیس سال کے ہوگئے تو یہ دنیا کا تو نظام ہے فنائیت پہلے
دنیا فنا ہورہی ہے اور نئی دنیا پیدا ہورہی ہے۔ تو تصوف میں تو کتنی فنائیت
ہوتی ہیں وہ تو الگ بات ہے۔ پہلے تو آپ ہمیں سوچ کے یہ بتائیں کہ جب سے
آپ پیدا ہوئے آپ کتنی دفعہ فنا ہوئے پھر ہم ذرا تصوف پہ بات کریں گے۔ اختتام

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 67

Track 3

Time 9:00

سوال و جواب

سوال: علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے دو احکامات ہیں۔ایک تو یہ کہ علم حاصل کرنا مرد و
عورت پر فرض ہے۔ دوسرا یہ فرمان ہے کہ علم اگر تمہیں چین میں ملے تو
چین میں جاکر علم حاصل کرو۔ علم جو ہے دینی علم ہو، دنیاوی علم ہو دونوں
کا سیکھنا جو ہے وہ ضروری ہے۔ قرآن پاک میں جو اللہ تعالیٰ نے علوم بیان کئے
ہیں۔ اس کے تین درجے بیان کئے جاتے ہیں۔ قرآن کا ایک پورا حصہ ان علوم سے
بحث کرتا ہے جو پیدائش سے پہلے کی زندگی سے متعلق ہے۔ مطلب یہ کہ آدمی
پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھا۔ اور پیدائش سے پہلے اس کے اوپر کیا کیفیات
گزریں۔اور کن مراحل سے گزر کر وہ اس دنیا میں آیا۔ دوسرا حصہ اس کا یہ
ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو مرنے کے بعد کہاں چلاجاتا ہے ۔ کہاں رہتا ہے ۔
مرنے کے بعد کی زندگی کیا ہے۔حشر و نشر کیا ہے۔ حساب کتاب کیا ہے۔ جنت
دوزخ کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو ایک حصہ قرآن پاک کا ان علوم سے بحث کرتا ہے
کہ جو ہماری پیدائش سے متعلق ہیں۔ پیدائش کے پہلے کی زندگی سے متعلق
ہیں۔ پیدائش کے بعد مرنے کے بعد کی زندگی سے متعلق ہیں۔ اور مرنے کے بعد کی
زندگی میں جنت، دوزخ ، حساب کتاب، حشر و نشر سے متعلق ہیں۔ قرآن پاک کا
دوسرا حصہ جو علوم ظاہر کرتاہے وہ تاریخ ہے۔ کہ یہ دنیا کیسے بنی۔ اور اس
میں کتنے پیغمبر تشریف لائے۔ قوموں نے اچھے کام کئے۔ اس کے کیا نتائج مرتب
ہوئے۔ اور جب قوموں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور لوگوں کی دل آزاری
کی لوگوں کو ستایا، پریشان کیا، اس کے کیا نتائج مرتب ہوئے۔ اور وہ دنیا میں
کس طرح رہے۔ آیا انہوں نے حیوانات کی طرح زندگی گزاری۔ جو بھیڑ بکری،
گائے، بھینس ہوتی ہے۔یا انہوں نے حیوانات سے ہٹ کر اس زمین کے اوپر اللہ

تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کیا۔ اور اس غور و فکر کے نتیجے میں انہوں
نے کیا ترقی کی۔ مطلب یہ کہ انہوں نے کیا سائنسی علوم حاصل کئے ۔ ان
سائنسی علوم میں تسخیر کائنات کے علوم ہیں۔مطلب یہ کہ ہم آسمانوں میں
کس طرح داخل ہوسکتے ہیں۔ بیداری کی حالت میں۔ ایک تو وہ مرنے کے بعد
کی زندگی کا ہے وہ تو الگ ہے۔ کہ بیدا ر رہتے ہوئے اس زندگی میں وہ کون
سے علوم ہیں جن علوم کی بنیاد پر ہم ریسرچ کرکے کوشش کرکے آسمانوں میں
داخل ہوسکتے ہیں۔ وہ کون سے علوم ہیں جن علوم کی بنیاد پرہم چاند سورج،
ستاروں اور زمین کے اندر جو چیزیں ہیں انہیں اپنے تابع حکم بناسکتے ہیں۔ یعنی
وہ ہمارے تابع ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ... و سخر لکم مافی السموت وما فی
الارض جمیعامنکم ... کہ ہم نے تمہارے لئے مسخر کردیا ہے ، تمہارے تابع کردیا
ہے جو کچھ آسمانوںمیں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔ تو یہ علوم
بھی ہیں۔ جن علوم کو سیکھنا۔ ایک حصہ یہ بھی ہے۔ علم کا ایک حصہ یہ بھی
ہے۔ قرآن پاک تیسرا حصہ وہ یہ ہے کہ انسانوں کو حیوانات سے ممتاز ہوکر
کس طرح زندگی گزارنی چاہئیے۔ آداب ،معاشرت مطلب یہ ہے کہ آپ کا رہن
سہن کیسا ہو؟ آپ لباس کیسا پہنیں۔آپ کا لین دین کیسا ہو۔ آپ جھوٹ نہ
بولیں۔ سچ بولیں۔ اپنے ہمسائیوں سے محبت کریں۔ اپنی اولاد کی صحیح تربیت
کریں وغیرہ وغیرہ۔اس کا نام شریعت ہے۔ تو قرآن پاک جو ہے تین حصوں پر
پھیلا ہوا ہے۔ ایک حصہ زندگی سے متعلق وہ زندگی پیدائش سے پہلے کی ہو،
پیدائش کے بعد کی ہو۔ یا مرنے کے بعدکی ہو۔ دوسرا حصہ تاریخ کے اوپرہے اور
ان علوم کے اوپر جن قوموں نے علوم حاصل کرکے ترقی کی ہے۔ مثلاً اب آپ
دیکھیں آج کا دور سائنس کا دور ہے۔ اگر آپ پیچھے چلے جائیں تو ہمارے اسلاف
سارے کے سارے سائنٹسٹ تھے۔ انہوں نے گھڑی ایجاد کی۔پانی کا جہاز مسلمانوں
نے بنایا۔زمین کی پیمائش مسلمانوں نے کی۔دوربین مسلمانوں نے ایجاد کی وغیرہ
وغیرہ۔ بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو مسلمانوں نے ایجاد کیں اور مسلمانوں کی
ایجاد کو غیر قوموں نے ، غیر مسلموں نے جب پڑھااس کو سمجھا۔ اس میں
انہوں نے جدوجہد اور کوشش کی نتیجے میں مسلمان پیچھے چلا گیا اور وہ آگے
آگئے۔ تو قرآن جو ہے وہ ریسرچ کی کتاب ہے۔ اور دوسرے یہ کہ ان تاریخوں سے
آپ عبرت بھی حاصل کرسکتے ہیں۔ مثلاً حضرت نوح کا واقعہ آپ کے سامنے
ہے۔ حضرت لوط کا قصہ آپ کے سامنے ہے۔ عاد و ثمود کی قوموں کے واقعات
آپ کے سامنے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا بندروں کی شکل بن گئی جو اور
بیٹے کو کیا جو قرآن پاک میں آپ پڑھیں پیغمبروں کے قصے اس میں پوری تاریخ
موجود ہے۔ کہ لوگوں نے جب اچھے کام کئے تو ان کے اوپر کتنا اللہ تعالیٰ کا کرم
ہوا۔ کتنا اللہ تعالیٰ کا فضل عام ہوا۔ اور جب لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
کی اور اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی بلکہ اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ان کے اوپر
کیسی کیسی سختیاں آئیں ، پریشانیاں آئیں۔ اور نتیجے میں ......۔ اب علم ...
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے معنی یہ نکلے کہ علم کوئی بھی ہو وہ

سیکھنا ہے۔ دین کا علم بھی سیکھنا ہے۔ دنیاوی علوم بھی سیکھنے ہیں۔ اور سائنسی علوم بھی سیکھنے ہیں۔ مثلاً اگر ہم یہ کہیں کہ صاحب علم سیکھنے سے مراد یہ ہے کہ فقہ کا آپ علم سیکھ لیں اس سے مسائل معلوم کرلیں۔ اور دنیا کا علم نہ سیکھیں۔ مثلاً موچی کا کام نہ سیکھیں۔ موچی کا کام بھی ایک علم ہے۔ مثلاً یہ کہ لوہا ر کا کام نہ سیکھیں۔وہ بھی ایک علم ہے۔ درزی کا کام نہ سیکھیں وہ بھی ایک علم ہے۔ اگریہ سب علوم ہم نہیں سیکھیں گے تو وہ انسان کی جو زندگی ہے وہ پریشان کن ہوجائے گی۔ اور آرام ہو آسائش کی زندگی سے نکل جائے گی۔ علم کوئی بھی ہو سیکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادہے کہ اس میں ہر عورت اور ہر مرد پر علم سیکھنا فرض ہے۔ اور علم چاہے آپ کو چین میں ملے وہاں بھی جاکے سیکھیں۔ ظاہر ہے حضور پاک ﷺ کے زمانے میں لوگ چین میں علم فقہ تو سیکھنے نہیں جائیں گے۔ یا قرآن بھی نہیں سیکھنے جائیں گے۔ حدیث بھی نہیں سیکھنے جائیں گے۔ چونکہ اس زمانے میں چین جو ہے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک تھا۔ جیسے اس زمانے میں چین نے کاغذ ایجاد کرلیا تھا۔اس زمانے میں چین میں روشنائی ایجاد ہوگئی تھی۔ تو اور کہیں نہیں تھی۔چونکہ چین ترقی یافتہ ملک تھا ساری دنیا میں اس کی علمی حیثیت سے ایک ممتاز حیثیت تھی۔ اسی لئے حضور پاک ﷺ نے فرمایا اگرچین میں بھی علم ملے تو چین میں بھی جاکر سیکھو۔ اختتام

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 67

Track 4

Time 11:00

سوال و جواب

سوال: سلطان کیا چیز ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟

جواب: سوال ادھورا ہے۔ جس بھائی نے بھی سوال کیا ہے اس میں سورہ رحمٰن کی آیت کا حوالہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... یا معشر الجن و الانس ... اے گروہ جنات اور اے انسانوں کے گروہ! تم اگر تم زمین اور آسمان کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھاؤ ۔ من اقطار السموت والارض...اگر تم آسمانوں اور زمین کے باہر جاسکتے ہو تو جاؤ ...لا تنفذوا... نہیں نہیں جاسکتے، نہیں نکل سکتے۔ الا بالسلطن...مگر سلطان کے ذریعے۔ مطلب یہ کہ اگر آپ سلطان حاصل کرلیں تو آپ زمین اور آسمان کے کناروں سے باہر جاسکتے ہیں۔

دیکھئے اس میں آیت مبارکہ میں بہت ہی زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرمارہے ہیں کہ ایک صورت ایسی ہے ، ایک صورت ایسی موجود ہے ، ایک صلاحیت ایسی انسانوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے منتقل کردی ہے کہ اگر اس صلاحیت کو آپ تلاش کرلیں اور وہ صلاحیت آپ کے اندر بیدا ر ہوجائے تو آپ غیب کی دنیا میں داخل ہوسکتے ہیں۔ من اقطار السموت والارض...آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان کے ذریعے نکل سکتے ہو۔ تو اب یہ بہت سارے حضرات یہ کہتے ہیں کہ انسان غیب کی دنیا میں داخل نہیں ہوسکتا انسان کو غیب حاصل ہی نہیں ہوسکتی ہے۔ غلط ہے۔ اس آیت مبارک سے یہ ثابت ہے کہ انسان کو اگر انسان کو سلطان حاصل ہوجائے تو وہ غیب کی دنیا میں داخل ہوسکتا ہے۔ من اقطار السموت والارض... کہ آسمانوں کے کناروں سے تم نکل سکتے ہو، آسمانوں کے کناروں سے کیا مطلب ہوا؟ زمین کے کناروںسے ، زمین کے کناروں سے جب آپ خلاء میں پہنچ گئے تو خلاء بھی غیب کے اس میں آتا ہے۔ جو چیز آپ کو نظر نہیں آتی یا جس چیز کے بارے میں آپ کو علم حاصل نہیں ہے وہ آپ کے لئے غیب ہے۔ تو جب آپ زمین کے کناروں سے نکل کر آسمان میں پہنچ گئے ۔جب آسمان میں پہنچے تو سماوات... سات آسمان کے کناروں سے نکل گئے تو آسمان کی دنیا کو اس کو ہم غیب کی دنیا کے علاوہ کوئی نام نہیں دے سکتے۔ تو سات آسمانوں سے نکل جانا ، اب سات آسمانوں کے کناروں سے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ سات آسمانوں کے بعد عرش ہے ، اس کا مطلب ہے ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہوئی ہے اس آیت مبارکہ کے مطابق کہ اگر سلطان حاصل کرلے تو وہ زمین اور آسمانوں کے کناروں سے نکل کر عرش تک پہنچ سکتا ہے۔ اور عرش پہ کیا ہے؟ عرش پہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ہم دیکھ سکتے ہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں صاحب اللہ تعالیٰ کو زندگی میں کوئی دیکھ ہی نہیںسکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میںکہیں یہ نہیں کہا کہ تم زندگی میں نہیں دیکھ سکتے۔ مرنے کے بعد دیکھ سکتے ہو۔ کچھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں صاحب یہ غیب کی دنیا میں داخل ہونا تو الگ بات ہے کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ کو تو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا۔موسیٰ نہیں دیکھ سکے۔ جب کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی کا نزول ہوا تو موسیٰ دیکھ کر بے ہوش ہوگئے۔ تو جب موسیٰ نہیں دیکھ سکتے تو ایک عام آدمی کیسے دیکھ سکتا ہے۔ پہلی بات اس میں یہ ہے کہ موسیٰ اگر خدا کو نہیں دیکھ سکے تو بے ہوش کیسے ہوگئے؟ یہ الگ بات ہے کہ ایک چیز کو موسیٰ نے دیکھا ضرور لیکن موسیٰ کا شعور اس کو برداشت نہیں کرسکا اس لئے وہ بے ہوش ہوگئے۔ تو اگر جب وہ دیکھا ہی کچھ نہیں تھا تو بے ہوش کیوں ہوگئے؟ اس کا مطلب ہے موسیٰ کی نظروں کے سامنے کچھ آیا۔ اللہ تعالیٰ کی ... اب وہ اللہ تعالیٰ ہی آئے۔ اس لئے کہ موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میں تو آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا بھئی تو کیسے مجھے دیکھ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا جی میں تو دیکھوں گا۔ مجھے تو آپ

دکھائیں۔ انہوں نے کہا (عربی آیت) ... موسیٰ اپنے جوتے اتار دے اور جوتے اتار کے
یہاں اندر داخل ہوجاوادی مقدس میں اب یہ وادی جو ہے مقدس ہے۔ پھر اللہ
تعالیٰ نے کہا ... عربی ... اس پہاڑ کی طرف دیکھو! اگر طور یہ پہاڑ اپنی جگہ
قائم رہ گیا مجھے دیکھ سکے گا۔ جب موسیٰ نے جب اس پہاڑ کی طرف دیکھا تو
وہاں ایک تجلی کا نزول ہوا تو پہاڑ بھی جل کا خاکستر ہوگیا اور موسیٰ بھی بے
ہوش ہوگئے۔ تو نزول اپنی جگہ مسلم اس لئے ہوگیا کہ پہاڑ ...۔ اگر اللہ تعالیٰ
کی تجلی کا نزول نہ ہوتا تو پہاڑ خاکستر نہ ہوتا۔ موسیٰ کا بے ہوش ہونا بجائے
اس کے اس بات کی علامت ہے کہ موسیٰ نے اس تجلی کا دیدار کیا لیکن اسے
برداشت نہیں کرسکے۔ تو اب یہ تو ثابت ہوگیا کہ موسیٰ نے دیکھا۔ اور اس کو
برداشت نہیں کرسکے۔ تو ایک اصول ہے یہ کہ آپ کسی چیز کو اگر اچانک
دیکھیں مثلاً یہ ہے مثال تو ہے آدمی کی مثال ہمیشہ کمزور ہوتی ہے کہ آپ سو
واٹ کا بلب دیکھنے کے عادی ہیں۔ ایک دم آپ کے سامنے پانچ ہزار واٹ کا بلب
روشن ہوجائے۔ اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ ایک دم آپ چکرا کے گر جائیں گے آنکھوں
کے آگے اندھیرا چھا جائے گا۔ لیکن پھر وہی بلب اگر آپ کو دکھایا جائے۔ تو آپ دیکھ
لیں گے۔ تواب موسیٰ جب بھی اللہ تعالیٰ سے بات کرتے تھے ، گفتگو کرتے تھے تو
کوہ طور پہ تشریف لے جاتے تھے اللہ تعالیٰ کی باتیں سنتے تھے ۔ لوگوں کے پیغام
لے جاتے تھے ان کے جواب لاکر دیتے تھے۔ چالیس دن اور چالیس رات کوہ طور پہ
انہوں نے قیام کیا۔ اور تورات کتاب نازل ہوئی۔ توا س لئے یہ کہنا کہ صاحب
خدا کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ موسیٰ نہیں دیکھ سکے تو کون دیکھ سکتا ہے۔ تو
اللہ تعالیٰ خود فرمارہے ہیں کہ ... یا معشر الجن والانس ... اے گروہ جنات اور
اے گروہ انس ... یا معشر الجن والانس ...انستطعتم ان تنفذوا... کیا تم اس بات
کی استطاعت رکھتے ہو کہ تم نکل جاؤ ... تم نکل جاؤ ...من اقطار السموت
والارض ... کے سماوات اور زمین کے کناروں سے۔ دیکھئے اس میں ایک اور بہت
اس آیت میں بڑی عجیب بات اللہ تعالیٰ نے زمین پہلے نہیں کہا ... من اقطار
السموت والارض ... بات زمین پر ہورہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ پہلے سماوات
تذکرہ کررہے ہیں ...من اقطار السموت والارض ...کیا تم آسمانوں کے کناروں
اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو؟ اس کا مطلب ہے آسمان ہے پھر دنیا ہے
اس کی تشریح لمبی ہوجائے گی ۔ تم نہیں نکل سکتے بغیر سلطان کے۔سلطان
کیا ہے؟ سلطان انسان کے اندر اس کی اپنی روح ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان
کو پیدا کیا۔ پیدا کرنے کے بعد خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو انسان سے متعارف
کرانے کے لئے انسان کے سامنے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا اب میں آپ کو یاد
ہوگا کہ وہ جب ساری روحیں بن گئیں اب وہ پریشان تھی ... پریشان کہ بھئی
ہم کون ہیں کہاں ہیںکس طرح ہیں ۔ جب اللہ تعالیٰ نے کن کہا تو سارے
انسان بن گئے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ... الست بربکم ... میں تمہارا رب ہوں۔
جب مخلوق کے ذہن میں، انسانوں کے ذہن میں یہ آواز پڑی کہ میں تمہارا رب
ہوںتو سارے انسانوں کا ذہن اس طرف متوجہ ہوگیا کہ بولنے والی ہستی کون

ہے۔ یہ کدھر سے آواز آئی۔ جب مخلوق اور انسان اس آواز کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے مخاطب ہیں۔ اور اس موجودگی کے پیش نظر انہوں نے کہا کہ ... قالوا بلیٰ ... جی ہاں ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ بغیر دیکھے اعتراف نہیں کیا۔ بغیر دیکھے خدا کا اعتراف کیس ہوگیا؟ اس کا مطلب ہے۔ عالم ارواح میں ہماری روح نے اللہ تعالیٰ کی آواز بھی سنی ہے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھا بھی اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار بھی کیا۔ تو ہماری روح اللہ تعالیٰ کو پہلے سے دیکھے ہوئے اور پہلے سے جانے ہوئے ہے۔ اب وہ جو ہمارے اندر موجود عالم ارواح کی اگر ہم اس کو تلاش کرلیں تو ظاہر ہے اس کو تلاش کرنے کے بعد وہ روح کا جو مقام ہے کیا روح نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا ، اللہ کی آواز سنی تھی ، اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تھا ہمارے اندر وہ صلاحیت بنتی چلی جائے گی۔ اور اس صلاحیت ہی کا نام اللہ تعالیٰ نے سلطان رکھا ہے۔ سلطان سے مراد یہ ہے کہ اگر تم اپنی روح کو تلاش کرلو اس روح کو جس روح نے عالم ارواح میں ہماری ربوبیت کا اقرار کیا ہے تو تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو۔ یہ سورہ رحمٰن کی آیت ۳۳ ہے ...یا معشر الجن و الانس۔ (اختتام)

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 67

Track 5

Time 03:00

سوال و جواب

سوال: علم الاعداد کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ نے سات نہیں چھ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ سبع سماوات فی ستۃ ایام ... سات آسمان بنائے چھ دنوں میں۔ تو چھ تو بھائی طاق نہیں ہے ۔ یہ تو ایک بات ہوگئی۔ دوسری بات یہ کہ علم الاعداد ایک بہت بڑا علم ہے ۔ اتنی مختصر سی مجلس میں علم الاعداد کے اوپر گفتگو نہیں کی جاسکتی۔ البتہ روحانی ڈائجسٹ میں ایک مرتبہ پورا اس پر تفصیلی مضمون شائع ہوا ہے ۔ میں پھر آپ لوگوں سے عرض کردوں روحانی ڈائجسٹ پڑھا کریں۔ آپ اخبار بھی پڑھتے ہیں۔ اس میں اس طرح کے مضمون آٹومیٹک آتے رہتے ہیں۔اب پچھلے دنوں تین چار قسطوں میں علم الاعداد کے اوپر مضمون چھپا ہے۔ چار قسطوں میں چھپا ہے۔ تو چار قسطوں کا مطلب یہ کہ کبھی چھ صفحے چھپے ہیں، کبھی

آٹھ ، چار صفحے چھپے ہیں ۔ تو چار بھی اگر آپ لگالیں تو سولہ صفحے روحانی
ڈائجسٹ کے اس میں صرف ہوئے علم الاعداد کے سلسلے میں اور سولہ صفحے کا
مضمون دو لفظوں میں آپ کو کیسے بیان کروں۔ تو بہت ساری چیزیں ایسی
ہیں کہ اگر آپ کو واقعی علم کی پیاس ہے ، روحانی علوم آپ سیکھنا چاہتے تو
روحانی ڈائجسٹ پڑھا کریں۔آپ کے پاس پیسے نہ ہوں، مانگ کے پڑھ لیا کریںبھئی
مسلمان مذہبی لٹریچر مانگ کے ہی پڑھتا ہے ۔ پیسے نہیں خرچ کرتا۔ ناول خرید
لیگا، رسالے خرید لے گا۔ اخبار خریدے گا جس میں سوائے جھوٹ کے کچھ بھی
نہیں ہوتا۔ اور سوائے ڈر و خوف کے کچھ نہیں ہوتا۔ صبح کو اٹھتے ہی ہر آدمی
اخبار ایسے پڑھتا ہے جیسے تلاوت کررہا ہو۔ اور اس میں کچھ بھی نہیں ہوتا یا
تو قتل ہوگیا، وہاں ڈاکہ ہوگیا۔ یا اس نے کچھ بول دیا اس نے کچھ بول دیا۔
سارے دن وہ جناب اٹھتے ہی وہ رات کو سونے کے بعد انسان کا دماغ صاف ستھرا
ہوتا ہے ، دھل جاتا ہے سفید کپڑے کی طرح۔ اور بجائے اس کے کہ قرآن پڑھے،
اللہ کا نام لے، رسول کا نام لے وہ اخبار پڑھنا شروع کردیتا ہے اور وہ سارے دن
سوائے دہشت کے ، عدم تحفظ کے ، خوف کے، جھوٹ کے وہ سارے دن اسی کے
گرد گھومتے رہتے ہیں۔رات کو سوتا ہے تو ذرا دماغ دھلتا ہے صبح کو پھر وہ
پریشان ہوجاتا ہے۔ مستقلہ یعنی پیسے دے کر جھوٹ اپنے اندر منتقل کررہا ہے۔
بھئی چلو ٹھیک ہے وہ اچھی کتابیں بھی پڑھا کرو بھئی۔ اللہ کی ... اولیاء اللہ کی
کتابیں پڑھا کرو۔قصص الانبیاء پڑھا کرو۔ قرآن کا ترجمہ پڑھا کرو۔ قرآن شریف
پڑھا کرو۔ اور جو اچھی معلوماتی کتابیں ہیں وہ پڑھا کرو۔روحانی ڈائجسٹ کے
بارے میں آپ یہ نہیں سمجھیں کہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ میں نکالتا
ہوں اس لئے آپ پڑھا کریں۔ نہیں میں اس لئے کہتا ہوں کہ اس میں واقعتا
روحانی علوم ہوتے ہیں۔ اس سے آپ کی استعداد بڑھے گی۔ آپ کو پتہ چلے گا
کہ روحانیت ہے کیا چیز؟ اب بہت سارے لوگ یہ کہتے ہیں صاحب اس کے اندر
مضامین ایسے ہوتے ہیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔ بھئی وہ تو جب آپ
پڑھوگے سمجھ میں آجائے گا۔ اب ایک آدمی نے انگریزی کبھی پڑھی نہیں اس کے
سامنے آپ انگریزی بولتے رہئے بولتے رہئے اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ لیکن
جب اس کی دلچسپی بڑھے گی وہ اس کو سیکھنا چاہے گا پھر وہ انگریزوں کی
طرح بھی انگریزی بولنا شروع کردے گا۔ اختتام

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 67

Track 6

Time 03:00

سوال و جواب

سوال: نمک اور مٹھاس کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: اس دیکھئے ہم نے زیادہ تر روحانی ڈائجسٹ کے مسائل کے کالم میں ، اس میں مسائل کا کالم چھپتا ہے ۔ لوگ اپنے اپنے مسائل بھیجتے ہیں اس میں ، ہم اس کا حل پیش کرتے ہیں اور روحانی ڈاک جنگ میں بھی مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا ہم جہاں یہ کہتے ہیں بھئی نمک جو ہے کم سے کم کردوتو وہ روحانی جسم کے لئے نہیں کہتے۔ بلکہ نفسیاتی مریض جو لوگ ہوتے ہیں ان کے لئے کہتے ہیں۔ دماغی مریض، نفسیاتی مریض، پاگل پن کے مریض ان کے لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ بھئی نمک جو ہے کم کردو ، مٹھاس بڑھا دو۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ مٹھاس جو ہے وہ انسان کے زمینی شعور کو طاقت پہنچاتی ہے۔ اگر مٹھاس کم ہوجائے تو انسان کا زمینی شعور جو ہے وہ کمزور ہوجاتا ہے۔ جب وہ کمزور ہوجاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی جناب بیٹھا ہوا ہے وہ کچھ دیکھ رہا ہے۔ اس کی نظر کھل گئی اس نے کچھ دیکھا۔ اس کی کوئی کان میں آواز آگئی۔ آگے پیچھے اس کے کچھ ہے نہیں۔ وہ اس آواز کو اپنے مفید مطلب معنی پہنا رہا ہے حالانکہ اس کا ان معنوں سے کوئی تعلق نہیں۔ جب وہ چونکہ عملی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔ وہ اس میں بضد ہوتا ہے ، یہ ایک قسم کا پاگل پن بن جاتا ہے، مریض ہوجاتا ہے۔ تو روحانی تسکین کے لئے ہم نے کسی کو نہیں کہا کہ نمک بند کردو۔ بلکہ دماغی امراض کے لئے ہم لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ نمک کم کردو، مٹھاس زیادہ کردو۔ جتنا کوئی آدمی مٹھاس زیادہ کھاتا ہے اسی مناسبت سے اس کا شعور، زمینی شعور یا

gravity

اس کو آپ کہہ لیجئے ، کشش ثقل کہہ لیجئے ،اس میں اضافہ ہوجاتا ہے۔اور پھروہ دنیاوی زندگی کو زیادہ اچھی طرح گزارتا ہے بہ نسبت اس کے کہ اگر اس میں نمک کی زیادتی ہوجائے اس کا شعور بند ہوجاتا ہے لاشعور

active

ہوجاتا ہے۔ تو لاشعور

active

ہونے سے اس کے دنیاوی کاموں میں خلل پڑتا ہے اس لئے کہ اس کے پیچھے کوئی استاد تو ہوتا نہیں۔ تو اپنے آپ ہی معنی پہناتا رہتا ہے اور اس سے وہ بیمار ہوجاتااور پھر اپنے لئے بھی عذاب ہوجاتا ہے اور گھر والوں کے لئے بھی عذاب ہوجاتا ہے۔ وہ جن صاحب نے بھی کہا روحانی تسکین کے لئے ایسا نہیں ہے۔ میرا خیال ہے وہ زیادہ غور سے توجہ سے اس کو پڑھا نہیں ہے۔ اختتام

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 67

Track 7

Time 04:00

سوال و جواب

سوال: خیالی خواب اور حقیقی خواب میں کیا فرق ہے؟

جواب: کائنات میں کوئی چیز بے معنی نہیں ہے۔ کائنات میں کوئی خیال، کوئی واہمہ ، کوئی بھی چیز یہاں بے معنی نہیں ہے۔ دو قسم کے معنی نکلتے ہیں۔ یا اس خیال میں رحمان سے متعلق معنی نکلیں گے ۔ یا اس خیال میں شیطان سے متعلق معنی نکلیں گے۔ دو ہی علوم ہیں یہاں ... ایک شیطانی علوم ہیں اور ایک رحمانی علوم ہیں۔ اور جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے اس دنیا میں اللہ کی طرف سے انہوں نے ایک ہی بات کہی کہ بھائی رحمانی علوم سیکھو۔ رحمانی علوم سیکھنے کے بعد اس پر عمل کرو تاکہ تم رحمان سے قریب ہوجاؤ۔ شیطانی علوم نہ سیکھو۔ اور شیطانی علوم پر عمل بھی نہ کرو۔ اس لئے کہ اگر تم نے شیطانی علوم پر عمل کیا تو تم شیطان سے قریب ہوجاؤگے۔ ظاہر ہے جب بندہ شیطان سے قریب ہوجائے گاوہ رحمان سے دور ہوجائے گا۔ اور جو بندہ رحمان سے قریب ہوگا وہ شیطان سے دور ہوجائے گا۔ تو یہ خواب خیال کی بات جو آپ نے کہی ہے تو اب اگر ایک انسان کے خیال میں چوبیس گھنٹے فرض کیجئے یہی ہے کہ پیسہ، پیسہ، پیسہ ، پیسہ، دولت ، ہوس ہے وہ ۔ تو ظاہر ہے یہ ہے اور ایک آدمی کے ذہن میں ہر وقت پیغمبر، ان کی تعلیمات، اولیاء اللہ ، اللہ کی محبت اور اللہ کے رسول کی محبت ، ہر وقت وہ اسی خیال میںرہتا ہے کہ کسی صورت سے مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوجائے ، رسول اللہ ﷺ کا قرب نصیب ہوجائے، حضور آقا ﷺ کی زیارت نصیب ہوجائے تو ظاہر ہے وہ خیالات جو ہیں وہ پاکیزہ ہیں ۔ تو زائد اس خیال کو کہا جاتا ہے یعنی شیطانی خیال ہے۔ ایک تو شیطانی خیال ہے ظاہر ہے اس میں کیا تعمیر ہے کیا وہ رحمانی نہیں ہوتا۔ یا اس میں شیطنت ہوتی ہے۔ یا اس میں رحمانیت ہے۔ وہ پیغمبروں نے شیطنت کو رد کیا ہے۔ اور شیطانی خیالات سے دور رہنے کی ہدایت کی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے اور رحمانی خیالات پر چلنے کی انہوں نے ہدایت کی ہے۔

سوال: فرشتے دعاؤں کو آسمان سے کیوں پھینک دیتے ہیں؟

جواب: دیکھئے سیدھی سی بات ہے کہ ہر چیز کے آداب و اصول ہیں۔ دعا مانگنے کے بھی آداب ہیں۔ دعا مانگنے کے بھی اصول ہیں۔ مثلاً کچھ بھی مانگنے کے اصول ہیں۔ آپ ابا کے پاس جاتے ہیں ... ابا پیسے نکال! پیسے نکال! ابا اسے ... بلکہ وہ تھپڑ مار دے گا ... چلو بھاگو۔ لیکن وہی بیٹا ابا کے پاس جاتا ہے اباجی! مجھے پیسے چاہئے۔ بڑی ضرورت ہے ۔ابا بجائے دو روپے کے پانچ روپے دے دیں گے۔ تو ہمارے ہاں جو موجودہ دور میں دعا مانگی جاتی ہے آپ اگر اس پہ ذرا غور کریں اس میں نہ گداز ہوتا ہے نہ عاجزی ہوتی ہے، نہ انکساری ہوتی ہے بلکہ آرڈر اللہ کو ......(اختتام)

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 67

Track 8

Time 07:00

سوال و جواب

سوال: بیعت کتنی عمر میں کرنی چاہئے؟

جواب: اس سلسلے میں یہ بات سوچنے کی ہے کہ بیعت ضروری بھی ہے یا نہیں۔ کس عمر میں بیعت کرنی چاہئے یہ تو الگ بات ہے۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ آدمی ضرور کسی سے بیعت کرے۔ ایک تو یہ بات۔ دوسری بات یہ کہ فی الواقع بیعت ہے کیا چیز؟ یہ دو باتیں جو ہیں زیادہ غور طلب ہیں۔ عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کوئی ایساآدمی جو کسی بھی صورت سے ماورائی علوم جانتا ہویا اسے بزرگوں سے کوئی علم منتقل ہوا ہو ، گدی نشین ہوتو اس کی اگر سرپرستی حاصل کرلی جائے تو دنیاوی کام بہت سے آسان ہوجاتے ہیںاور آدمی بلاؤںسے محفوظ ہوجاتا ہے۔ عام تصور یہ ہے کہ بے پیرا آدمی کچھ بھی نہیں ہے۔ جب سرپہ سایہ ہی نہیں تو اس کا کیا ہے تو اگر اس لئے بیعت کی جاتی ہے کہ اس کے دنیاوی کام ہوتے رہیں ، اور بلاؤں سے اسے نجات ملتی رہے یا اللہ تعالیٰ اس کو بیعت کے ذریعے اپنے حفظ و امان میں رکھے تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ پھر بیعت ہونا کوئی ضروری بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیعت دراصل ایک اصطلاح ہے خود کو بیچ دینا، فروخت کردینا کسی کے ہاتھ پر۔ نیز بیعت کا مطلب ہے بیع سے نکلا، بیع معنی خرید و فروخت۔ قرآن کا لفظ ہے بیع۔تو اس سے جو بڑا ایک مسئلہ کھڑا ہوگیا ہے کہ جب آدمی کوئی کسی سے مرید ہوجاتا ہے ، کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلیتا ہے تو آدمی

سمجھتا ہے۔ بھئی یہ تو میرا زرخرید ہوگیا۔ اس نے خود اپنی مرضی سے مجھے
میرے ہاتھ پر بیچ دیا خود کو۔ اس سے جو بات جو بیعت کے اصطلاح کے تحت آتی
ہے وہ پوری نہیں ہوتی ہے۔ یہ پتہ نہیں کہاں سے لفظ نکلا بہر حال اس لفظ
کی کوئی اہمیت اتنی نہیں ہے کہ جتنے کا اس کا کہا جاتا ہے۔ ہمارے حضور
قلندر بابا نے اس اصطلاح کو کہ کہاں سے آگئی تصوف میں یہ اصطلاح یہ تو اللہ
کو پتہ ہے۔ لیکن انہوں نے اس اصطلاح کو بیعت کی اصطلاح کو یعنی ایک آدمی
دوسرے کسی آدمی کے ہاتھ خود کو بیچ دے اس کو ختم کردیا۔ ہمارے جو سلسلہ
کے جو قواعد و ضوابط ہیں ان قواعد و ضوابط میں ایک بات یہ بھی ہے کہ کوئی
ایسا آدمی جو سلسلہ عظیمیہ میں کسی لائق ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے
ذریعے دوسرے لوگوں کو فیض پہنچائیں گے اس کے اوپر یہ لازم ہے وہ کسی آدمی
کو اپنا مرید نہ کہے۔ بلکہ اپنا دوست کہے۔ تو یہ بیعت کا جو لفظ ہے یہ سرے
سے میری سمجھ میں تو کبھی آیا نہیں ۔ اس لئے کہ ایک آدمی جس کو اللہ
تعالیٰ نے آزاد پیدا کیا وہ کیوں کسی آدمی کے ہاتھ میں خود کو فروخت کرے۔
(جملہ اڑا ہوا ہے)

ایک روحانی شاگرد بھی کسی علم کو سیکھنے کے لئے آپ جب کوئی استاد بناتے
ہیں ، کسی استاد کا انتخاب کرتے ہیں تو اس کو عام طور سے شاگرد کہا جاتا
ہے۔ شاگر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی علوم سیکھنے کے لئے بھی جب آپ
کسی استاد کا انتخاب کرتے ہیں ، کسی بھی روحانی آدمی کا انتخاب کرتے ہیں تو
وہ بھی شاگر د ہے ۔ تو بیعت ہونا، اگر آپ روحانی علوم سیکھنا چاہتے ہیں تو
ضروری ہے۔ اور اگر آپ روحانی علوم سیکھنا نہیں چاہتے تو بیعت ہونا کوئی
ضروری نہیں ہے۔ حضور قلندر بابا کے پاس جب لوگ آیا کرتے تھے تو وہ فرمایا
کرتے تھے دیکھو بھائی کوئی کام ہو تو بتادو۔ ہمارے سے یہ استاد شاگردی کا
رشتہ نہ استوار کرو اس میں پریشانی ہوگی۔دوست بناؤ ہمیں اور جو تمہارا
کام ہے وہ کہو ہم دعا کریں گے اللہ تعالیٰ پورا کرے گا۔ تو بیعت سے سرے سے
ہمارے ہاں سلسلہ عظیمیہ میں کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ اس کو ہم اس طرح
سمجھتے ہیں کہ انسان کی جو عظمت ہے آزادی کی وہ اس طرح سے اس کو
مجروح کرنے والی بات ہے۔ اب یہ کس عمر میں آپ شاگردی اختیار کریں تو
روحانی علوم سیکھنے کے لئے تو کوئی جس طرح اور دوسرے علوم سیکھنے کے لئے
عمر کی کوئی قید نہیں ہے اسی طرح روحانی علوم سیکھنے کے لئے عمر کی
کوئی قید نہیں ہے۔ عام طور سے پانچ سال میں چھ سال کے بچے کو آپ اسکو ل
میں داخل کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ پڑھتا ہے، لکھتا ہے اور اس کا ایک شعور بن
جاتا ہے۔ جب بھی وہ اپنے شعور کے دائرے میں داخل ہو اور وہ یہ جاننا چاہتا ہو
کہ روحانیت کیا ہے۔تو کسی بھی عمر میں وہ اپنا روحانی استاد بناسکتا ہے۔ اور
روحانی شاگرد بن سکتا ہے۔ اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ ہمارے ہاں
یہ صورت ہے کہ ہم نے جو اپنا عظیمیہ سلسلہ کا فارم بنایا ہے اس میں ہم یہ
کوشش کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو سلسلہ میں داخل کریں ، اپنے اسکول میں،

روحانی اسکول میں۔ کہ جن کے اندر شعور میں پختگی آگئی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم نے ان کو اسکول میں داخل کرلیا تھوڑے دن کے بعد وہ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ تو اس کی اپنی محنت بھی ضائع گئی اور ہماری محنت بھی ضائع گئی۔ تو عام طور سے شعور میں پختگی اٹھارہ سال کے بعد آجاتی ہے۔ لڑکیوں میں سولہ سال کے بعد اور لڑکوں میں اٹھارہ سال کے بعدہو۔ عمر کا کوئی تعین نہیں ہے۔ محض اس لئے کہ شعور میں پختگی آجاتی ہے۔ اس لئے ہم یہ اس کا خیال کرتے ہیں کہ اتنا آدمی کا شعور بالغ ہوجائے کہ جب وہ ایک دفعہ فیصلہ کرلے اگر اس کے ذہن میں کوئی بات خلاف آئے تو اس کو چھوڑ کے نہ بھاگے۔ ویسے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ کسی بھی علم کو سیکھنے کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ اب ظاہر ہے جو بہت ہی چھوٹا بچہ ہے آپ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ صاحب اس کو اسکول میں داخل کرادیں۔لیکن جب شعور اس کو آجاتا ہے تو کسی بھی عمر میں وہ استاد شاگرد ی کا رشتہ قائم کرلے۔اختتام

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 67

Track 9

Time 6:00

سوال و جواب

سوال: عام مسلمان اور مومن میں کیا فرق ہے؟

جواب: یہ دیکھئے بڑا عجیب آپ نے سوال کیا ہے ۔ اس میں اگر آپ تھوڑا سا غور کرتے تو یہ سوال دوسرے طرح ہوتا۔ ہم آپ سے یہ سوال کرتے ہیں۔ جن صاحب نے بھی یہ سوال کیا ہے کہ ایک میٹریکولیٹ اور پی ایچ ڈی میں کیا فرق ہوتا ہے؟ حالانکہ میٹرک کرنے والا بندہ بھی آپ کی طرح روٹی کھاتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے۔ عقل کی باتیں کرتا ہے۔ کاروبار کرتا ہے۔ اپنے عزیزوں کو اور رشتے داروں کو پہچانتا ہے اور علم بھی رکھتا ہے جتنا اس کا۔ لیکن ایک پی ایچ ڈی میں اور ایک میٹریکولیٹ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ کیا فرق ہوتا ہے؟ علم کا فرق ہوتا ہے۔ کہ جتنا علم زیادہ ہوگا۔ اسی مناسبت سے کسی بھی آدمی کا دماغ اور ذہن روشن ہوجائے گا۔ یہ عام دنیا داری کی بات ہے۔ یہی ایک عام آدمی میں مومن میں فرق ہے۔ مومن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔تو مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ عام آدمی اللہ کے نور سے نہیں دیکھتا۔ تو عام آدمی میں اور مومن

میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی نظر عطا ہوجاتی ہے کہ نور اس کے سامنے آجاتا ہے اور مومن جو کچھ دیکھتا ہے ان انوار کی اور تجلیات کی روشنی میں دیکھتا ہے۔تو ایک عام آدمی میں تو فرق یہ ہوگا عام آدمی اور مومن میں فرق یہ ہوگا۔ اب یہ سوال کہ بھئی اللہ تعالیٰ ہاتھ بن جاتا ہے ،کان بن جاتا ہے۔ یہ حدیث ہے۔ ہاتھ بن جاتا ، کان بن جاتا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ جس طرح ہمارے ہاتھ ہیں اللہ میاں کے بھی ہاتھ ہیں،یا جس طرح ہم ان آنکھوں سے دیکھتے ہیںاللہ میاں بھی ان ہی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ یہ ہاتھ کان پیر یہ مخلوق کی بشری چیزیں ہیں۔ خالق جو ہے ان سے ماورا ہے۔ توا للہ تعالیٰ یہ کہتے رہے ہیں کہ میں آنکھ بن جاتا ہوں ، کان بن جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ وہ بندہ اگر کوئی چیز سنتا ہے ، اگر کوئی چیز سنتا ہے۔تو وہ میری معرفت سے سنتا ہے۔ اگر وہ کچھ دیکھتا ہے تو وہ میری معرفت دیکھتا ہے۔اگر وہ کہیں جاتا ہے تو میری معرفت پیروں سے چل کر جاتا ہے۔ یعنی اس کے ذہن میں میرے علاوہ کچھ تصور نہیں ہوتا۔ ہر کام جو بھی وہ کرتا ہے میری خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔ کسی بات کو بیان کرنے کا یہ ایک طریقہ ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ صاحب اللہ تعالیٰ آنکھ بن گیا، اللہ تعالیٰ ہاتھ بن گیا، اللہ تعالیٰ پیر بن گئے تو پھر ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہاتھ ہیں، اللہ تعالیٰ کے بھی پیر ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے بھی آنکھیں ہیں، جو کہ ... آنکھ ، ناک،کان ، پیر ، ہاتھ یہ سب مخلوق کی صفات ہیں۔ تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ہاتھ بن جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ ایسی بصیرت عطا کردیتا ہے کہ وہ جب کچھ دیکھتا ہے تو اس دیکھنے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اور وہ کوئی ایسی چیز کو نہیں دیکھتا کہ جس چیز کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں، وہ کسی ایسے راستے پر قدم نہیں بڑھاتا جس راستے پر قدم بڑھانے سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں۔ وہ کوئی ایسی چیز ہاتھ سے نہیں پکڑتا ۔ مثلاً ایک آدمی سودی کاروبار کرتا ہے۔ اب سودی کاروبار کرنے کا مطلب ہے کہ جب رقم آئے گی تو آدمی ہاتھ سے پکڑے گا۔ ایک آدمی شراب خانے کی طرف چلتا ہے۔ ایک آدمی مسجد کی طرف چلتا ہے۔ ظاہر ہے چلنا جو ہے تو وہ اگر وہ شراب خانے کی طرف چلنا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناخوشنودی ہے۔ اگر وہی آدمی مسجد کی طرف چل رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ اب ایک آدمی شراب خانے سے چل کر جب مسجد کی طرف یا مکے کی طرف یا مدینے کی طرف سفر کرتا ہے تو ظاہر ہے اس کا سارا چلنا اللہ کا چلنا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے تحت قدم اٹھارہا ہے۔ یہی ذہن کی بات ہے۔ جب وہ کچھ سوچتا ہے تو اس کی سوچ میں رحمانیت ہوتی ہے شیطنت نہیں ہوتی۔ تو اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بندے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا میں ہاتھ بن جاتا ہوں، کان بن جاتا ہوں وہ بندے جو ہے وہ مکمل اللہ تعالیٰ کی رضا پر قائم ہوجاتا ہے۔ راضی برضا ہوجاتا ہے۔ اور انہی بندوں کے لئے ایک اور بھی حدیث ہے ، رسول اللہ ﷺ

کا ارشاد ہے کہ اللہ کے ایسے بندے ہوتے ہیں کہ جب وہ اللہ کے بھروسے پر کوئی بات کہہ دیتے ہیں تو اللہ اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے وہ بات پوری کرتا ہے۔یہی بزرگوں کی شفاعت ہے۔ کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت ان پر عمل کرتے ہیںاور جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں ان کو اختیار نہیں کرتے۔اختتام

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 67

Track 10

Time 02:00

سوال و جواب

سوال: تصوف میں یاح یا قیوم کی اصطلاح کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: یہ ح قیوم تو بھئی اللہ کا نام ہے ۔ اللہ کے نام کی اصطلاح سے کیا مطلب ہے؟ اصطلاح تو اسے کہتے ہیں کہ کوئی علم ہے جیسے کوئی ایک علم ہے اس کو آپ سمجھانا چاہتے ہیں۔ اب سمجھانے کے لئے آپ کے پاس لفظ نہیں ہے۔ تو اس علم کو سمجھانے کے لئے ایک آپ لفظ اپنی طرف سے بناتے ہیں۔ اور پھر اس کی تشریح کرتے ہیں کہ بھئی مثلاً اب حضور قلندر بابا اولیا نے لوح و قلم میں بہت ساری اصطلاحات قائم کی ہیں۔ مثلاً ایک اصطلاح ہے ''عالم جُو''۔ اب عالم جو ... عالم جو کا اگر کہیں آپ دیکھیں لغت میں کہیں بھی آپ کو ترجمہ لغت میں نہیں ملے گا۔تو اس کی تشریح وہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب کائنات بنائی تو سارا کا سارا ریکارڈ جو ہے وہ لوح محفوظ پر نقش ہوگیا۔ لوح محفوظ سے نزول کرکے ایک اسٹیج ہے اور ایک اسٹیج نیچے آکر پھر وہ پروگرام نشر ہوتا ہے اسے لوح دوئم آپ کہہ سکتے ہیں۔ اب لوح دوئم کو انہوں نے عالم جو کی ایک اصطلاح قائم کردی۔ اور اس کی تشریح کردی کہ بھئی عالم جو کا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ سے نیچے ایک اور لوح محفوظ ہے ۔ اب اگر یہ کہتے کہ لوح محفوظ کے نیچے ایک اور لوح محفوظ ہے تو یہ کہنا پڑتا کہ لوح محفوظ نمبر ١، لوح محفوظ نمبر ٢ ، لوح محفوظ نمبر ٣تو وہ جو آدمی کا دماغ ... بھئی کتنی لوح محفوظ ہے کتنے وہ کس طرح ہے۔ تو لوح محفوظ کے بعد جو دوسرا مقام ہے جو زون ہے یا جو درجہ ہے یا مرتبہ ہے اس کو انہوں نے عالم جو کے نام سے ایک اصطلاح قائم کردی۔ اب جہاں بھی لوح و قلم میں کوئی بندہ عالم جو پڑھے گا وہ سمجھ جائے گا کہ بھئی یہ لوح محفوظ کے بعد کا جو دوسرا درجہ ہے اس

کہ بارے میں یہ بیان ہے۔ تو یاح یا قیوم جو ہیں اللہ کے نام ہیں۔ اللہ کے نام کی
کوئی اصطلاح نہیں ہوتی۔ نام ، نام ہے اللہ کا نام ہے۔

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 67

Track 11

Time 07:00

سوال و جواب

سوال: عذاب قبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: دیکھئے یہ بات کئی دفعہ اصل میں مسئلہ یہ سامنے آچکا ہے اور کئی
دفعہ بڑی تفصیل سے میں نے اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے یہ ہم آپ
کو کئی دفعہ بتا چکے ہیں کہ جسم جو ہے وہ ختم ہوجاتا ہے۔ کسی بھی قبر کو
آپ دو ہفتے کے بعد کھول کے دیکھیں یا ایک مہینے کے بعد اس کو کھول کے دیکھیں
وہاں جسم نہیں ہوتا۔ مٹی ہوگی ۔ سال بھر کے بعد کھول کے دیکھیں تو معلوم
ہوگا ہڈیابھی نہیں ہوں گی۔ یعنی جسم لباس جو ہے لباس تو لباس سے تو
کوئی سوال جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً اب اگر ایک آدمی ہے ایک آدمی جیسے
میں ہوں میرا کرتہ، شلوار، ٹوپی آپ اس میں باندھ دیں بنا کر کر کھڑا کردیںاور
اس سے آپ سوال جواب کریں وہ آپ کو کیا جواب دے گا؟ اس لباس کو آپ پھاڑ
دیں۔جب بھی اس کی طرف سے کوئی مدافعت نہیں ہوگی۔اس میںآپ دیا
سلائی لگادیں وہ لباس جل جائے گا لیکن ایک آہ بھی نہیں نکلے گی۔ تو قبر میں
تو یہ جو جسم ہے جسم قبرمیں اس لئے رکھا جاتا ہے تاکہ بے حرمتی نہ ہو۔
انسان کی بے حرمتی نہ ہو۔ اب یہ قبرمیں رکھنے کا رواج تو یہ اسلامی نہیں ہے
کہ آپ یہ کہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ سب کچھ ہوا۔ یہ تو
یہودیوں کے زمانے سے ہے ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے قبر بنتی
چلی آئی۔ تو یہ انسانی عظمت کو خراب نہ کرنے کے لئے اور انسانیت کی بے ادبی
کے لئے دیکھئے ناں ایک آدمی مرگیا اس کی آپ لاش چھوڑ دیں اب وہ پھولے گا،
سڑے گا ، اس میں بدبو ہوگی، تعفن ہوگا ، کیڑے پڑیں گے ، گدھ کھائیں گے، کوے
کھائیں گے، چیلیں کھائیں گی، چیونٹیاں لگیں گی ، بلی کتے، بھیڑئے گیدڑ سب آکر
اس کو کھائیں گے۔ تو یہ کتنی آدمی کی ایک طرح سے بے عزتی ہے۔ تو اس بے
عزتی سے بچانے کے لئے اور انسانیت کا احترام برقرار رکھنے کے لئے یہ قبر کا
تصور قائم ہوا۔ اور یہ حضرت آدم سے چل رہا ہے۔ ہابیل قابیل کا قصہ آپ نے

سنا ہوگا۔ وہاں سے چل رہا ہے قبر کا سلسلہ۔تو جسم جو ہے اگر ہم اس کو
لباس مان لیتے ہیں روح کا اس کے اوپر کوئی حساب کتاب نہیں ہوتا۔ حساب کتا
ب ہوتا ہے پہلے بھی آپ کو بیان کیا جاچکاہے کہ اس لباس کے اوپر ایک اور
روشنیوں کا بنا ہوا جسم ہوتا ہے۔ اور وہ اس جسم سے نو انچ اوپر ہوتا ہے۔ تو
سارا حساب کتاب، جزا سزا سب اس جسم کے اوپر ہوتا ہے۔ اور وہ چیز جو ہے
وہ عالم اعراف میں رہتی ہے۔ اب رہ گیا یہ سوال کہ صاحب جب روح عالم
اعراف میں چلی گئی تو قبرستان میں کیا رکھا ہے وہاں تو ظاہر ہے کچھ بھی
نہیں۔ یہ بات صحیح ہے قبرستان میں کچھ بھی نہیں رکھا۔ جسم تو مر کر مٹی
ہوگیا۔ لیکن جس جگہ ہم دفناتے ہیں آدمی کو اسی مناسبت سے اس کا اعراف
بنتا ہے۔ یعنی زمین سے دو سو میل اوپر اس کا اعراف۔ زمین سے دو سو میل
اوپر ایک اور دنیا آباد ہے اسی طرح جس طرح یہ ہے اس کو عالم اعراف کہتے
ہیں۔ اب اس کی مثال یوں ہے کہ ایک پلازہ ہے اس کی دو سو منزلیں ہیں۔ تو
جو زندہ آدمی ہے مثال کے طور پر وہ پہلی منزل پر رہتے ہیں اور مرا ہوا آدمی
دو سوویں منزل پر رہتا ہے۔ تو اس کا تعلق اس زمین سے قائم ہے ہ اس لئے کہ
پلازہ بغیر زمین کے قائم نہیں رہتا۔ ایک بات اور غور طلب یہ ہے کہ عالم اعراف
جو ہے وہ زمین کے کرّے کے باہر نہیں ہے۔ عالم اعراف زمین کے کرّے میں ہے۔
تو وہاں جہاں اس کو دفن کرتے ہیں کسی باڈی کو ، مردہ جسم کواس کا وہاں
سے ایک تعلق قائم ہوجاتاہے اس گھر سے۔ اس قبر سے۔ اور لیکن وہ رہتا عالم
اعراف میں ہے۔ تو جب ہم کسی کی قبر پہ جاتے ہیں تو ہمارا تعلق جو ہے اس
بندے کے ساتھ عالم اعراف سے قائم ہوجاتا ہے۔ دیکھئے۔ اس میں بڑا عجیب نکتہ
نکلا کہ انسان جب قبرستان جاتا ہے اور وہاں جا کے بیٹھتا ہے کچھ پڑھتا ہے ،
ایصال ثواب کرتا ہے تو اس کے اندر وہ صلاحیت کام کرنے لگتی ہے جو صلاحیت
یہاں سے دو سو میل اوپر کی ہے۔ یعنی ایصال ثواب پہنچانا اس بات کی
نشاندہی ہے کہ آدمی کے اندر ایسی صلاحیت کام کررہی ہے ، ایسی نظر کام
کررہی ہے جو دو سو میل اوپر دیکھ دیکھ سکتی ہے۔ اچھا اب آپ یہ کہیں ہم
تو نہیں دیکھ سکتے۔ ہم تو سن بھی نہیں سکتے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا جب تم
قبرستان میں جاؤ تو کہو ... السلام علیکم یا اهل القبور ... اے قبر میں رہنے
والو! السلام علیکم۔ اب ظاہر ہے رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات غلط تو نہیں
ہوسکتی۔ بغیر حکمت کے بھی نہیں ہوسکتی۔ حضور نے جب یہ فرمایا کہ
قبرستان جاکر کہو ... السلام علیکم یا اهل القبور! اس کا مطلب یہ کہ قبر میں
رہنے والے لوگ ہمارا سلام سنتے ہیں۔ حضور نے یہ فرمایا کہ وہ تمہارے سلام کا
جواب بھی دیتے ہیں لیکن تم سن نہیں سکتے۔ لیکن اگر ہم اس صلاحیت کو
بیدار اور متحرک کرلیں یعنی لاشعوری صلاحیت کو ، جو روحانی صلاحیت ہے تو
ہم ان کی آواز سنیں گے ،انہیں دیکھ بھی سکتے ہیں۔ ان سے رابطہ بھی قائم
کرسکتے ہیں۔ یہ اہل اللہ کا عام فیض ہے، کشف القبور ایک باقاعدہ ایک
اصطلاح ہے تصوف میں۔ لوگ جاتے ہیں آنکھیںبند کرکے بیٹھتے ہیں، کچھ پڑھتے

ہیجو عالم اعراف میں جو لوگ ہیں وہ سامنے آجاتے ہیں۔ قبرکا جو تعلق ہے۔
قبر میں جو گوشت پوست کا جسم ہے اس سے حساب کتاب نہیں ہوتا۔ بلکہ
گوشت پوست کے جسم کے اوپر ایک اور روح کا بنایا ہوا ایک جسم ہوتا ہے،
مکمل جسم ہوتا ہے۔ اس کو جسم مثالی بھی کہا جاتا ہے۔ وہ سنتا ہے وہ
دیکھتا ہے۔ وہ خوشی محسوس کرتا ہے ...اختتام

۔